# Feminist Study of Sara Shagufta's Poetry

# سارا شگفتہ کی نظموں کا تانیثی مطالعہ

**Shazia Ashraf*[1]**
PHD Scholar, Department of Urdu, MY University, Islamabad
**Pro. Dr. Uzma Saleem (T.I)*[2]**
Principal Govt. College for Women, Skardu.

**شازیہ اشرف**☆[1]
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد
**پروفیسر ڈاکٹر عظمیٰ سلیم**☆[2]
پرنسپل، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، سکردو

Correspondance: hayahayat405@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

**Received: 24-01-2026**
**Accepted:25-03-2026**
**Online:31-03-2026**

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: This study analyzes the expression of feminist consciousness in the poetry of Sara Shagufta, focusing on woman's life in terms of existential suffering, social deprivation, and identity crisis. In her poetry, woman is not merely portrayed as an emotional or traditional figure but as a conscious and questioning being who silently resists patriarchal structures, male-dominated systems, and historical injustices. Elements such as childhood innocence, emotional deprivation, economic vulnerability, and social marginalization reflect the deep inner and outer experiences of women in her poems. The study highlights that through symbolic expression, metaphorization, and existential sensibility, Sara Shagufta presents woman as a dynamic and resistant force .Furthermore, her poetry challenges the historical perception of woman as a "thing" or a subordinate being controlled by male authority. Her poetic discourse transforms feminist consciousness into an intellectual and emotional protest that foregrounds issues of

female autonomy, identity, and social positioning. Ultimately, this study emphasizes that Sara Shagufta's poetic work represents a unique, intense, and revolutionary voice of feminist thought in Urdu literature, offering new dimensions to the lived experience of women.

KEYWORDS: Sara Shagufta, feminist consciousness, women's identity, existential suffering, social deprivation, patriarchal system, symbolic expression, Urdu poetry, women's literature, intellectual protest

تانیثی شعور سے مراد وہ فکری، سماجی اور ادبی آگہی ہے جو خواتین کی شناخت، اُن کے انسانی مقام، جذباتی دنیا اور معاشرے میں اُن کے کردار کی اہمیت کو اُجاگر کرتی ہے۔ شعور محض عورت کی مظلومیت بیان کرنے تک محدود نہیں بلکہ اس کے اندر موجود طاقت، خود مختاری اور فیصلہ سازی کی صلاحیت کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں عورت کو اکثر ایک محدود دائرے میں قید رکھا گیا مگر تانیثی شعور نے ان بندشوں کو چیلنج کرتے ہوئے عورت کی آواز کو نمایاں کیا اور اسے ایک خود مختار فرد کے طور پر تسلیم کروانے کی جدوجہد کی۔ صالحہ صدیقی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "تانیثیت ایک نسبتاً نئی فکری اصطلاح ہے جس کی بنیاد لاطینی لفظ فیمنا سے جڑی ہے۔۔۔ ابتدائی دور میں یہ تصور محض نسوانی اوصاف کے بیان تک محدود تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس کی معنویت میں وسعت آتی گئی۔ بعد ازاں یہ اُن افراد اور گروہوں کی پہچان بن گیا جو خواتین کے حقوق، برابری اور انصاف کے لیے سرگرم عمل تھے۔ یوں یہ خیال تدریجاً ایک مضبوط فکری رجحان میں ڈھل کر باقاعدہ سماجی تحریک کی صورت اختیار کر گیا، جسے آج تانیثیت کے نام سے جانا جاتا ہے۔"(1)

ادب میں تانیثی شعور ایک اہم تحریک کے طور پر ابھرا ہے جس نے عورت کے تجربات، مسائل اور داخلی کیفیات کو مرکزی حیثیت دی۔ اس شعور کے تحت تخلیق کیے گئے ادب میں عورت نہ صرف ایک کردار کے طور پر موجود ہوتی ہے بلکہ وہ خود اپنی کہانی سنانے والی بن جاتی ہے۔ اس طرح تانیثی ادب معاشرتی ناانصافیوں، صنفی امتیاز اور روایتی تصورات کو بے نقاب کرتا ہے۔

اردو ادب اپنی ابتدا سے ہی انسانی احساسات، سماجی رویّوں اور فکری تبدیلیوں کا آئینہ دار رہا ہے، اور اسی تسلسل میں تانیثی شعور بھی ایک اہم جہت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ شعور کسی ایک دور یا فرد تک محدود نہیں بلکہ مختلف ادوار کے ادیبوں اور شاعروں کے ہاں کسی نہ کسی صورت موجود رہا ہے، اگرچہ ماضی میں اس کا اظہار نسبتاً دبے ہوئے انداز میں ہوتا تھا، مگر جدید دور میں یہ ایک واضح اور توانا آواز بن کر ابھرا ہے۔ خاص طور پر آزاد نظم نے اس اظہار کو وسعت دی، جہاں عورت نے اپنی ذات، کرب، خواہشات اور شناخت کو زیادہ بے باکی سے پیش کیا۔ اس حوالے سے سارا شگفتہ کی شاعری نہایت اہم ہے، جنھوں نے کم عمری میں ہی آزاد نظم کے ذریعے تانیثی شعور کو ایک منفرد اور گہرے اسلوب میں بیان کیا۔ ان کی شاعری محض جذبات کا اظہار نہیں بلکہ داخلی کرب، سماجی جبر اور وجودی سوالات کی عکاس ہے۔ ان کی تصانیف میں آنکھیں اور نیند کا رنگ شامل ہیں جو اردو تانیثی ادب میں اہم حوالہ جات کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اردو نظم میں تانیثی شعور کا اظہار عموماً عورت کے داخلی کرب، سماجی تجربات اور وجودی احساسات کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ یہی شعور اس وقت زیادہ مؤثر ہو جاتا ہے جب شاعرہ ذاتی تجربے کو اجتماعی عورتی حقیقت سے جوڑ دیتی ہے۔ سارا شگفتہ کی شاعری میں یہ پہلو نہایت شدت اور سچائی کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔

تجھے جب بھی کوئی دکھ دے

اس دکھ کا نام بیٹی رکھنا

جب میرے سفید بال

تیرے گالوں پہ آن ہنسیں، رو لینا

میرے خواب کے دُکھ پہ سو لینا

بس پہلی بار ڈری بیٹی

میں کتنی بار ڈری بیٹی (2)

اس نظم میں شاعرہ نے تانیثی شعور کو نہایت واضح اور مؤثر انداز میں پیش کیا ہے جہاں بیٹی محض ایک رشتہ نہیں بلکہ عورت کے اجتماعی دکھ، خوف اور تجربے کی علامت بن جاتی ہے۔ سارا شگفتہ دکھ کو بیٹی کا نام دے کر یہ انکشاف کرتی ہیں کہ عورت کی زندگی میں درد ایک مستقل اور موروثی کیفیت کے طور پر منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اس اظہار میں ذاتی تجربہ ایک وسیع تر عورتی حقیقت میں ڈھل جاتا ہے جو نسل در نسل جاری رہتی ہے۔ یہاں تانیثی شعور اس طرح سامنے آتا ہے کہ عورت

اپنی کمزوری کے بجائے اپنے تجربے، احساس اور آگہی کو ایک مشترکہ شناخت میں تبدیل کرتی ہے یوں یہ نظم عورت کے وجودی کرب کے ساتھ ساتھ اس کی داخلی قوت اور شعوری پختگی کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔

نظم "عورت اور نمک" میں وہ تانیثی شعور کو اس انداز میں بیان کرتی ہیں:

عزت کی بہت سی قسمیں ہیں

گھونگھٹ، تھپڑ، گندم

عزت کے تابوت میں قید کی میخیں ٹھونکی گئی ہیں

گھر سے لے کر فٹ پاتھ تک ہمارا نہیں

عزت ہمارے گزارے کی بات ہے

عزت کے نیزے سے ہمیں داغا جاتا ہے

عزت کی کنی ہماری زبان سے شروع ہوتی ہے

یہ کیسا بازار ہے

کہ رنگ ساز ہی پھیکا پڑا ہے

تم جسم کے ایک بند سے پکاری جاتی ہو

تمہاری حیثیت میں تو چال رکھ دی گئی ہے

جھوٹی مسکراہٹ تمہارے لبوں پر تراش دی گئی ہے

تم صدیوں سے نہیں روئیں (3)

اس نظم میں سارا شگفتہ کا تانیثی شعور ایک مزاحمتی اور تنقیدی صورت میں سامنے آتا ہے جہاں "عزت" کے تصور کو سماجی جبر کے ہتھیار کے طور پر بے نقاب کیا گیا ہے۔ شاعرہ اپنی نظم میں یہ سوالات اٹھاتی ہیں کہ کس طرح عورت کی شناخت،

جسم، آواز اور آزادی کو عزت کے نام پر محدود اور کنٹرول کیا جاتا ہے۔ یہاں تانیثی شعور اس آگہی میں پوشیدہ ہے کہ عورت پر مسلط روایتی اقدار دراصل اس کی خود مختاری کو سلب کرتی ہیں اور نظم اس جبر کے خلاف ایک خاموش مگر گہری مزاحمت بن کر ابھرتی ہے۔ اسی مزاحمتی رویے کے متعلق خلیل احمد بیگ رقم طراز ہیں:

> "تانیثی نظریہ بنیادی طور پر ایک فکری و فلسفیانہ زاویۂ نظر ہے جو عورت سے متعلق مسائل اور تجربات کو سمجھنے اور اُن پر گفتگو کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ اُن سماجی اور سیاسی کوششوں سے جڑا ہوا ہے جو خواتین کے حقوق، مساوات اور انصاف کے لیے آواز اٹھاتی ہیں۔ اس میں گھریلو زندگی کے مسائل سے لے کر معاشی، سیاسی اور معاشرتی سطح پر پائی جانے والی ناانصافیوں اور صنفی امتیاز تک تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جاتا ہے تاکہ عورت کی حیثیت اور اس کے حقوق کو بہتر طور پر سمجھا اور تسلیم کیا جا سکے۔"(4)

سارا شگفتہ اپنی نظم "رات کی دو آنکھیں" میں عورت کے نامکمل ہونے کو اِن اشعار کی صورت میں یوں رقم کیا ہے:

گھڑی میں اِس وقت رات کی دو آنکھیں ہیں

عورت تو انسان کو جنم دینے کے بعد بھی

کھری نہیں ہوتی(5)

یہ مصرعے تانیثی شعور کو نہایت گہرے اور علامتی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ "رات کی دو آنکھیں" نظم ایک ایسے سماجی نگرانی کے نظام کی طرف اشارہ کرتی ہے جہاں عورت ہر وقت نظر بندی اور احتساب کا شکار رہتی ہے، گویا اس کی زندگی مسلسل کسی نہ کسی نگاہ کے زیرِ اثر ہے۔ دوسری طرف یہ خیال کہ عورت انسان کو جنم دینے کے بعد بھی "کھری" نہیں ہوتی ۔ اس سماجی رویّے کو بے نقاب کرتا ہے جس میں عورت کی قدر و قیمت کو مشروط اور ناکافی سمجھا جاتا ہے۔ تانیثی زاویے سے یہ اشعار اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ عورت کی تخلیقی اور حیاتیاتی صلاحیتوں کے باوجود اسے مکمل انسان تسلیم نہیں کیا جاتا، یوں نظم پدرسری معاشرے کی اس ناانصافی کے خلاف ایک تنقیدی اور مزاحمتی آواز بن کر سامنے آتی ہے۔

یا اینٹوں میں چُنی ہوئی بیٹیوں کی

بازاروں میں تمہاری بیٹیاں

اپنے لہو سے بھوک گوندھتی ہیں

اور اپنا گوشت کھاتی ہیں

یہ تمہارے گھر کی دیوار کی کونسی چُنائی ہے

تم نے میری ہنسی میں تعارف رکھا

اور اپنے بیٹے کا نام سکۂ رائج الوقت (6)

درج بالا اشعار میں سارا شگفتہ کا تانیثی شعور نہایت شدت کے ساتھ ایک مزاحمتی اور انکشافی صورت میں سامنے آتا ہے۔ "اینٹوں میں چُنی ہوئی بیٹیاں" اور "بازاروں میں بیٹیاں" جیسے استعارے اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ عورت کو کبھی گھر کی چار دیواری میں قید اور کبھی معاشی و سماجی استحصال کا شکار بنا دیا جاتا ہے۔ بھوک کو لہو سے گوندھنے اور اپنا گوشت کھانے کی تصویریں اس جبر کی انتہا کو بیان کرتی ہیں جہاں عورت اپنی بقا کے لیے خود کو ہی کھپانے پر مجبور ہے۔ اسی طرح بیٹے کو "سکۂ رائج الوقت" کہنا پدر سری معاشرے کی ترجیحات کو بے نقاب کرتا ہے جہاں مرد کو قدر و قیمت کا معیار اور عورت کو محض شناخت سے محروم ایک وجود بنا دیا جاتا ہے۔ یوں یہ نظم عورت کے استحصال، بے قدری اور اس کے خلاف ایک گہری فکری مزاحمت کی علامت بن کر ابھرتی ہے۔

صنفی عدم مساوات دراصل اُن سماجی تصورات اور بیانیوں کا نتیجہ ہے جو انسان نے خود تشکیل دیے ہیں۔ مختلف تاریخی اور معاشرتی عوامل کے تحت یہ خیال فروغ پاتا رہا کہ عورت کی حیثیت مرد سے کم ہے، جس کے باعث پدر سری نظام مضبوط ہوتا گیا۔ اس سوچ نے رفتہ رفتہ ایسی جامد حقیقتوں کی شکل اختیار کر لی جن میں نہ عورت آسانی سے اپنی جگہ بدل پاتی ہے اور نہ ہی مرد اپنی برتری کے تصور سے باہر آتا ہے۔ یوں یہ تقسیم معاشرے میں عدم توازن اور ناانصافی کو مسلسل بڑھاتی رہتی ہے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر صوفیہ خشک بھی اس مسئلے کی نشاندہی یوں کرتی ہیں۔

> "جس معاشرتی ڈھانچے میں ہم زندگی گزارتے ہیں وہاں مرد کو ایک ایسی بالادستی کا احساس دیا جاتا ہے جو اسے عورت پر فوقیت کا حق دار سمجھنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس سوچ کے زیر اثر عورت کو ایک خود مختار انسان کے بجائے کمتر حیثیت دی جاتی ہے اور اس پر اختیار قائم رکھنے کی خواہش کو جائز تصور کیا جاتا ہے۔"(7)

سارا شگفتہ نے صنفِ نازک کی اِسی تنزلی کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی ذاتی زندگی میں جو تجربات حاصل کیے وہ اُن کی شاعری میں واضح طور پر نمایاں ہوتے ہیں۔ انہیں زندگی میں اِسی طرح کی کھٹائیوں کا سامنا رہا اس لیے وہ ہمیشہ خالی ہاتھ رہیں۔

"چاند کتنا تنہا" سے اشعار ملاحظہ ہوں:

پنجرے کا سایہ بھی قید ہے

میں لباس کا سایہ ہوتی جا رہی ہوں

میرے ہاتھ دوسروں کے بس رہتے ہیں(8)

ان مصرعوں میں شاعرہ عورت کی اندرونی قید اور بے بسی کو بیان کرتی ہیں کہ عورت کی آزادی مختلف سماجی اور ذہنی پابندیوں کے باعث محدود رہتی ہے اور اس کی زندگی پر دوسروں کا اثر اور کنٹرول غالب رہتا ہے۔

سارا شگفتہ اپنے بچوں کے حوالے سے اپنے باطنی کرب اور جذباتی اضطراب کو نہایت مؤثر اور دردناک انداز میں بیان کرتی ہیں:

ماں کے آنسو اب زمین پہ گرنے لگے ہیں

اور لوگ ہنسنے لگے ہیں

میرے پاس اور بھی موت کے سات روز ہیں

اس سے پہلے کہ میں مٹی میں رچ جاؤں

میرے ساتھ انصاف کرنا

میرے راستوں کی بھول مجھے معاف کرنا(9)

درج بالا اشعار میں انسانی دکھ، تنہائی اور وجودی کرب کو نہایت شدت سے بیان کرتی ہیں۔ وہ اپنی ممتا کی تکلیف کو بیان کرتی ہیں۔ اُن کے تینوں بچے جب اُن سے چھین لیے گئے اور پھر ساری زندگی اُن سے ملنے کی تڑپ اُن کے اندر برقرار رہی۔

اِسی درد کو وہ اپنے اشعار میں بیان کرتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ سماجی بے حسی کی طرف اشارہ بھی کرتی ہیں جہاں فرد کا دکھ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ آخر میں اپنے بچوں سے معافی بھی مانگتی ہیں۔ شاعرہ اپنی زندگی کے تجربات اور راستوں کی بھول پر سماجی اور اخلاقی انصاف کی خواہش رکھتی ہیں جو تانیثی شعور کے تحت ایک پُر اثر انسانی اور جذباتی مطالبہ بن جاتا ہے۔

"ضمیر ایک کوڑھ "

مرد نے عورت کو قبر کا آنچل سمجھ رکھا ہے

حالانکہ مرد کو عورت ہی جمع کرتی ہے......... (10)

ان اشعار میں معاشرے کے اس رویّے پر تنقید کی گئی ہے جہاں عورت کو محدود، کمزور اور تابع کردار تک سمیٹ دیا جاتا ہے۔ "قبر کا آنچل" دراصل ایک علامتی اظہار ہے جو اس منفی سوچ کو ظاہر کرتا ہے کہ عورت کو زندگی کی بجائے زوال اور اختتام سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔ مگر اگلا مصرع اس تصور کو رد کرتے ہوئے یہ واضح کرتا ہے کہ حیات کا تسلسل اور انسانی وجود کی بقا عورت ہی کے وسیلے سے ممکن ہے۔ یوں یہ اشعار اس غلط فہمی کو چیلنج کرتے ہیں اور عورت کو زندگی، تخلیق اور استحکام کی بنیادی قوت کے طور پر نمایاں کرتے ہیں۔

عورت کی زندگی میں صبر، برداشت اور قربانی کے کئی ایسے پہلو ہیں جو اکثر نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔ وہ خاموشی سے اپنے وجود میں دکھ سمیٹتی رہتی ہے۔

نظم "ذلت کے گرے دام تلے"

لیکن وہ مٹی ہے صرف مٹی

وہ اپنے بدن سے روز کھلونے بناتی ہے

اور کھلونے سے زیادہ ٹوٹ جاتی ہے

وہ کنواری ہے لیکن ذلت کا لگان سہتی ہے (11)

سارا شگفتہ عورت کی تصویر ایک ایسے کردار کے طور پر اُبھارتی ہیں جو باہر سے پُر سکون، دھیمی اور نرم مزاج دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے اندر ایک گہرا اضطراب، کچلاؤ اور مسلسل داخلی کشمکش موجزن رہتی ہے۔ عورت اپنی محبت، احساس اور تخلیقی قوت سے زندگی کو معنی دیتی ہے مگر اس کے باوجود اسے تحفظ اور احترام حاصل نہیں ہوتا۔ عورت کی نازک نفسیاتی کیفیت

اور مسلسل استحصال سماج کی اس منافقت کو بے نقاب کرتا ہے جہاں عورت کی پاکیزگی کے دعووں کے باوجود اسے مختلف سماجی دباؤ اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں یہ اشعار عورت کے وجودی کرب، اس کی نرمی اور اس پر ہونے والے جبر کی ایک گہری تانیثی عکاسی پیش کرتے ہیں۔

"میں کون تھی"

میں کون تھی

غلیظ آنکھوں اور مکروہ ہنسی والی

جھوٹی نیند والی

مسکراہٹ کو ٹانکے لگانے والی

وہ کوئی اپنے بدن سے بھاگے ہوئے

مٹی کے کھلونے تھے (12)

اس نظم میں سارا شگفتہ نے تانیثی شعور کو ایک داخلی نفسیاتی اور مزاحمتی سطح پر پیش کیا ہے۔ میں کون تھی کا سوال عورت کی شناخت کے بحران اور سماج میں اس کے وجود کے غیر واضح ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ شاعرہ عورت کے تجربے کو اس انداز میں بیان کرتی ہیں کہ وہ سماجی نگاہوں جھوٹی توقعات اور مسلط کردہ رویّوں کے درمیان اپنی اصل پہچان کھو دیتی ہے۔ غلیظ آنکھوں اور مکروہ ہنسی جیسے الفاظ اس بات کی علامت ہیں کہ عورت کو اکثر منفی سماجی نظروں اور تضحیک آمیز رویّوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح مسکراہٹ کو ٹانکے لگانے والی عورت کے اس دکھ کو ظاہر کرتا ہے جو وہ ظاہری خوشی کے پیچھے چھپائے رکھتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ نظم تانیثی شعور کے تحت عورت کی شناخت اس کے کرب اور سماجی جبر کے خلاف ایک خاموش مگر گہری مزاحمت کی صورت اختیار کرتی ہے جہاں عورت خود اپنے وجود اور اس کی معنویت پر سوال اٹھاتی ہے۔

"لفظ کی بیسا کھی"

اور وہ عورت بچپن سے ضدی تھی لیکن محبت کا ایک بھی کھلونا اس کے پاس
نہیں تھا

آج وہ اپنے ماس سے عاجز تھی اور روٹی سے زیادہ سستی تھی

اسے سورج نے رنگا نہ ہوتا تو وہ ایسی نہ ہوتی

بلکہ وہ ایسی نہیں تھی وہ تو صرف بہن تھی

لیکن وقت کے پنجوں نے اسے کھرچ ڈالا تھا(13)

درج بالا نظم میں سارا سارا شگفتہ عورت کے تجربۂ حیات کو ایک ایسی کیفیت کے طور پر بیان کرتی ہیں جو وجودی سطح کی گہری بے چینی اور معاشرتی دباؤ کے امتزاج سے تشکیل پاتی ہے۔ جہاں بچپن کی معصومیت بھی محرومی اور عدم تحفظ میں بدل جاتی ہے۔ روٹی سے زیادہ سستی جیسے الفاظ سماجی بے قدری اور معاشی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں جبکہ سورج اور وقت کی علامتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ بیرونی حالات اور سماجی نظام عورت کی شخصیت اور شناخت کو تشکیل دیتے اور بعض اوقات مسخ بھی کر دیتے ہیں۔ یوں یہ اشعار تانیثی شعور کے تحت عورت کی معصومیت محرومی اور سماجی دباؤ کے خلاف ایک گہرا بیانیہ پیش کرتے ہیں۔

سارہ شگفتہ کی نظموں میں تانیثی شعور ایک شدید، بے باک اور احتجاجی لہجے میں ابھرتا ہے جو روایتی معاشرتی ڈھانچے میں عورت کی محکومی، تنہائی اور شناخت کے بحران کو نمایاں کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں عورت محض ایک نرم یا جذباتی وجود نہیں بلکہ ایک سوال بن کر سامنے آتی ہے جو سماج، مذہب اور مرد اساس نظام سے مسلسل مکالمہ کرتی ہے۔ کیونکہ تاریخ سے ہی عورت مرد سے کم تر رہی اور مرد اساس معاشرے نے اُسے ہمیشہ ایک شے ہی تصور کیا۔

"تاریخی بیانیوں میں عورت کی جو عمومی تصویر سامنے آتی ہے وہ اکثر اس کے انفرادی وجود اور خود مختار شناخت کے دب جانے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ بہت سے ادوار میں اسے ایک آزاد اور مکمل شخصیت کے بجائے ایسے کردار کے طور پر دیکھا گیا جس کی حیثیت معاشرتی و خاندانی ڈھانچوں کے اندر محدود رہتی ہے، جہاں اس کے فیصلے اور مقام پر بیرونی عوامل کا گہرا اثر ہوتا ہے۔"(14)

سارہ شگفتہ کے ہاں تانیثی شعور کسی نظریاتی نعرے کی صورت میں نہیں بلکہ ذاتی تجربے، درد اور داخلی کرب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، جہاں عورت اپنی ذات کو دریافت کرنے کے عمل میں مسلسل ٹوٹتی اور بکھرتی نظر آتی ہے۔ اس کے باوجود

ان کی نظموں میں ایک طرح کی مزاحمتی قوت موجود رہتی ہے جو عورت کو خاموشی کے بجائے اظہار کی طرف لے جاتی ہے۔

مجموعی طور پر سارہ شگفتہ کی نظموں میں تانیثی شعور عورت کی محرومی، جذباتی استحصال اور سماجی ناانصافی کے خلاف ایک فکری اور جذباتی احتجاج کی صورت اختیار کرتا ہے۔ وہ عورت کے اندرونی کرب کو اس شدت سے بیان کرتی ہیں کہ قاری ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک پوری اجتماعی نسوانی اذیت کو محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنی شاعری میں مسلسل سوالات اٹھاتی ہے جس سے ان کی نظموں میں تانیثی فکر ایک مضبوط ادبی اور فکری جہت اختیار کر لیتی ہے۔

## حوالہ جات

1۔صالحہ صدیقی،اردو ناولوں میں تانیثی حسیت مشمولہ: فکر و تحقیق (سہ ماہی)، نئی دہلی، جلد 19، شمارہ 2، اپریل تا جون 2016ء ص 239-240

2۔سارا شگفتہ۔ آنکھیں۔ کراچی: تشکیل پبلشرز، اشاعت اول 1985ء، ص 3، 4

3۔ ص 50، 51

4۔ مرزا خلیل احمد بیگ، تانیثیت، www.punjnud.com بتاریخ 20 جنوری 2023ء

5۔سارا شگفتہ۔ آنکھیں۔ ایضاً، ص 44

6۔ایضاً، ص 52

7۔مودودی، ابوالاعلیٰ، سید۔ پردہ۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، سن ندارد، ص 209، 210

8۔سارا شگفتہ۔ آنکھیں۔ ایضاً، ص 68

9۔ ص 73، 74

10۔سارا شگفتہ۔ نیند کا رنگ۔ کراچی: سارا اکیڈمی، ستمبر 1993ء، ص 17

11۔ ایضاً، ص 22

12۔ ایضاً، ص 26

13۔ ایضاً، ص 38، 39

14۔مبارک علی، ڈاکٹر۔ تاریخ اور عورت۔ لاہور: فکشن ہاؤس، 2014ء، ص 19-8

**References:**

1. Saleha Siddiqui, Urdu Navalon mein Tanisi Hasiyat Mishmoola: Fikr-o-Tahqeeq (Se-mahi), Nai Dehli, Jild 19, Shumara 2, April ta June 2016, p. 239-240.
2. Sara Shagufta, Aankhen, Karachi: Tashkeel Publishers, Ishaat-e-Awwal 1985, p 3, 4.
3. Ibid,pp. 50, 51.
4. Mirza Khalil Ahmad Beg, Tanisiyat, www.punjnud.com batareekh 20 January 2023.
5. Sara Shagufta, Aankhen, Ibid., p. 44.

6.Ibid., p. 52.

7. Maududi, Abul Ala, Syed. Parda. Lahore: Islamic Publications, San-e-Nadard, p. 209, 210.
8. Sara Shagufta, Aankhen, Ibid., p. 68.

9. Ibid,pp. 73, 74.
10. Sara Shagufta, Neend Ka Rang, Karachi: Sara Academy, September 1993, p. 17.
11. Ibid., p. 22.
12. Ibid., p. 26.
13. Ibid., p. 38, 39.
14. Mubarak Ali, Doctor. Tareekh aur Aurat. Lahore: Fiction House, 2014, p. 8-19.